ڈاکٹر صفیہ آفتاب ۞

اردو نعت کے جدید رجحانات: تحقیقی جائزہ بحوالہ خصوصی شوکت زرّین چغتائی

Research Analysis of Urdu Naat
By *Dr. Safia Aftab, Asst. Prof. Department of Urdu, University of Karachi.*

ABSTRACT

Urdu Naat kay Jadeed Rujhanaat (Research Analysis of Urdu Naat) by Dr. Shaukat Zareen Chugtai is a research thesis of Ph.D. by the author. In this article, the author has written about different subject matters used in Naats, such as philosophy, history and the ones in the light of Quran and Hadiths. The groundwork also includes references of different contributors to Urdu Naat. Thus this research has attained an important place in Urdu Literature. This analysis will be special guidance to all the future researchers in the field of Urdu Naat. This article is a brief discussion on the research analysis of Dr. Shaukat.

Keywords: Research, Quran, Hadiths, Dr. Shaukat, Naat, Jadeed Rujhanaat

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تعریف وتوصیف صفت وثنا کے ہیں۔ ''نعت کے معنی یوں تو وصف کے ہیں لیکن ہمارے ادب میں اس کا استعمال مجازاً صرف حضرت رسولِ کریم سیّد المرسلین ﷺ کے وصفِ محمود وثنا کے لیے ہوا ہے۔''[۱] ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق مضامین نعت کے اولین ماخذ قرآن مجید کے لیے لکھتے ہیں کہ ''اس میں رسول مقبول ﷺ کی نعت کے مضامین ملتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے خلقِ محمد ﷺ کی تعریف

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، کراچی یونی ورسٹی

میں 'خلقہ القرآن' کہہ کر ساری کتابِ آسمانی کو نعت کے موضوع سے متعلق کر دیا۔''(۲) نعت صنفِ نظم ہے۔ اس کے لیے کوئی ہیئت متعین نہیں ہے چناچہ قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، مسدس، مخمس وغیرہ کسی بھی ہیئت میں نعت کہی جاسکتی ہے۔ ہر شاعر کے کلام میں نعتیں ضرور ملتی ہیں۔ اس لیے اردو ادب میں نعتیہ شاعری کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ شعرائے قدیم کے یہاں بھی 'ترتیبِ دیوان یا مثنوی کا یہی طریقہ رہا کہ حمد کے بعد نعت کا التزام ہوتا تھا جو شعرا ویسے کبھی نعت نہ لکھتے وہ بھی رسماً یا تبرکاً اپنے دیوان یا مثنوی وغیرہ میں نعت شامل کرتے حتیٰ کہ ہندو شعرا نے بھی بکثرت نعتیں کہی ہیں جن میں کالیکا پرشاد، دیا شنکر نسیم اور کشن پرشاد قابلِ ذکر ہیں۔'(۳) تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں بہت پرانی ہے، جتنی خود اردو شاعری ہے۔ قدیم دکنی شعرا سے لے کر آج تک، اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہیں اور کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے... کسی نے طویل نعتیہ قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں کسی نے مختصر غزلیں اور رباعیات کہی ہیں۔ کسی نے سیرت و شخصیت کے اوصاف بیان کیے ہیں، کسی نے معجزات و غزوات کو شعر کا موضوع بنایا ہے۔ کسی نے نعتیہ شاعری کے پورے کے پورے دیوان یادگار چھوڑے ہیں اور کسی کے یہاں اکا دکا نعتیہ غزلیں نظر آتی ہیں... ان حالات میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہوگا... نعت کی کوئی ہیئت متعین نہیں ہے بلکہ مختلف ہیئتوں میں اس کے مضمون کو برتا گیا ہے۔''(۴)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں ''اردو میں نعت گوئی کا مقبول ترین اور کامیاب ترین دور حقیقتاً محسن کاکوروی اور امیر مینائی سے شروع ہوتا ہے دونوں قال اللہ اور قال الرسول کے پابند اور حب رسول سے سرشار تھے۔ دونوں نے نعتیہ شاعری میں ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ دونوں ہم عصر و ہم عمر ہیں اور اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی پر قدرت رکھتے ہیں۔ دونوں نے اگرچہ ہر صنف میں نعتیں کہی ہیں لیکن دونوں کے کمال فن کا حقیقی مظاہرہ قصیدوں اور مثنویوں میں ہوا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط سے لے کر آج تک اردو شعرا نے نعت کے موضوع سے جس گہری دل چسپی کا اظہار کیا ہے اور جس شغف کے ساتھ اپنے کلام میں حبِ رسول کو جگہ دی ہے اسے اوّل اوّل شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں محسن کاکوروی اور امیر مینائی کا ہاتھ رہا ہے۔ لیکن محسن کاکوروی کا مرتبہ نعت گوئی میں امیر سے برتر ہے۔''(۵)

اردو ادب میں ''نعت'' پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ ان ہی میں ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کا تحقیقی مقالہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اردو نعت کے حوالے سے بہت اہم کام کیا ہے۔ انھوں نے جدید نعت کے موضوعات، سیاسی اور تمدنی زندگی سے ہم آہنگ نعتیں، ہیئت کے اعتبار سے نعت، نعت اور تاریخِ اسلام، فلسفیانہ نعتیں، تغزل کے رنگ میں نعتیں جیسے موضوعات کو اپنی تحقیق میں شامل کیا ہے اور منتخب نعتیہ کلام پر

تبصرہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے اپنے مقالے میں نہ صرف نعت کے جدید رجحانات پر لکھا ہے بلکہ نعت کی تعریف اور اس کی اقسام پر بھی لکھا ہے اور جدید شعرا پر تنقید اور تبصرہ بھی کیا ہے۔ ان کا یہ کام اردو ادب میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں ڈاکٹر شوکت کے اس تحقیقی مقالے کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کا تعلق حیدرآباد سندھ سے تھا۔ ان کے والدین قیامِ پاکستان کے بعد حیدرآباد میں مقیم رہے، اس لیے ڈاکٹر شوکت کی تمام تعلیم بھی وہیں پر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپوا اسکول سے مکمل کرنے کے بعد زبیدہ کالج برائے خواتین سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ ایم اے اردو کے لیے سندھ یونی ورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں انھیں اس وقت کے بہترین اساتذہ میسر آئے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، پروفیسر محمد قوی، ڈاکٹر نجم الاسلام جیسے اساتذہ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔[۶] ایم اے کا مقالہ بعنوان ''مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور بچوں کی نفسیات'' ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی زیرِ نگرانی مکمل کیا۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' ڈاکٹر نجم الاسلام کی نگرانی میں لکھا اور ۱۹۹۰ء میں سندھ یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔[۷] (ان کی بہن طلعت زیدی صاحبہ کے مطابق پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا تجویز کردہ تھا اور انھوں نے اس سلسلے میں ڈاکٹر شوکت کی بے حد رہنمائی کی تھی) ان کا ایک مختصر سا شعری مجموعہ ''ادھورے خواب'' ان کی زندگی میں شائع ہو چکا تھا۔ جس میں نعت، غزلیں اور نظمیں ہیں۔[۸] اپنی تنہائی پسندی کے باوجود وہ ریڈیو پاکستان کے پروگراموں میں شرکت کرتی تھیں۔ اپنی تخلیقات مختلف رسائل کو بھجواتی تھیں۔[۹] ۱۹۸۶ء میں شادی ہوئی۔ ایک سال کے بعد ہی ان کے شوہر انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر شوکت کا زیادہ تر وقت لکھنے، پڑھنے میں گزرتا تھا۔ وہ اپنی آٹھ بہنوں اور ایک بھائی میں سب سے بڑی تھیں اور نہایت شفقت اور محبت سے اپنے بڑے ہونے کا فرض نبھاتی تھیں۔ مختصر علالت کے بعد ان کا انتقال ۹رجون ۲۰۰۹ء کو حیدرآباد میں ہوا۔[۱۰]

ڈاکٹر شوکت ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' کے دیباچے میں اپنے کام کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ''میں نے اپنی اس تخلیق'' کے سلسلے میں پاکستانی دور کے تمام نعتیہ ادب کی چھان بین کی ہے اور اس معاملے میں دقتِ نظر سے کام لینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ نعتیہ شاعری اور جدید ''رجحانات'' کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہ جائے بلکہ اس تحقیق کے دوران میں نعتیہ شاعری میں جو اور جیسے جیسے تغیرات پیدا ہوتے رہے ان پر بھی کڑی نظر رکھنے کی سعی میری اس تخلیق کا حاصل ہے... اردو کے عصرِ حاضر کے صرف ممتاز شعرا کو شامل کیا گیا ہے جن کی نعت گوئی کے میدان میں ایک مستقل حیثیت ہے اور جنھوں نے اس کی طرف خاص توجہ کی ورنہ نعتیہ اشعار ہر شاعر کے کلام میں لازماً پائے جاتے ہیں... بعض ایسے شعرا کے نعتیہ کلام کا بھی ذکر ہے جن کا نعتیہ کلام ادبی حیثیت رکھتا ہے لیکن عصرِ حاضر کے ادبی تذکروں اور تاریخ میں جن کا ذکر نہیں ملتا...[۱۱] ڈاکٹر صاحبہ نے شعرا کے حالات نہیں دیے ہیں بلکہ نعتیہ رجحانات پیش کیے ہیں اور ان

رجحانات کی نشان دہی کے لیے نمونہ کلام پیش کیا ہے۔ وہ نعت کے محرکات کا ذکر نہایت دل نشین اور پُرجوش انداز میں کرتی ہیں کہ ''نعت کی ترویج کے سلسلے میں کتنے ہی محرکات رہے ہوں لیکن اس کا حقیقی محرک وہ غیر معمولی جذبۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو ہر مسلمان کا مقدر ہے۔ زندگی کی اولین ساعتوں سے موت کی آخری سرحد تک یہ جذبہ نگاہوں کا نور اور کبھی فہم وادراک کے لیے مہر عقیدت اور کبھی وارفتگی شوق کا باعث نظر آیا ہے۔ یہی جذبہ صبحِ ازل سے شامِ ابد تک تہذیب وانسانیت کے لیے افتخار اور روحِ ارضی کے لیے وقار کا سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت وشوکت کے تصور سے ہی جبیں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ یہی جذبہ عشق مختلف جذبات واحساسات کو جنم دیتا ہے۔ یہی عشقِ رسول کبھی سوز وگداز کی علامت، کبھی شمعِ یقیں کی صورت، کبھی پلکوں پہ چمکتے موتیوں کی مانند نمودار ہوتا رہا ہے اور یہی دلوں کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آشنا کرنے کا باعث ہے۔ اس کے تاثر سے بوجھل احساسات کو تازگی اور بے جان الفاظ کو تابندگی ملتی ہے۔''(۱۲)

ڈاکٹر صاحبہ کے مطابق اردو نعت کے جدید رجحانات کا آغاز حالی کے مسدس سے ہوا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ ''مسدس کا نعتیہ بیان خلوص، محبت، درد، تڑپ اور جذبہ وشوق میں تو ڈوبا ہوا ہے ہی اس کے ساتھ ہی اس میں مسلمانوں کی اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی زبوں حالی... کا علاج تعلیماتِ محمدی میں عملی طور پر تلاش کرنے کے لیے کہا گیا ہے... اس نظم کے چند شعر جن سے جدید نعت گوئی کا اندازہ ہوتا ہے، پیش کیے جا رہے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا...''(۱۳)

ڈاکٹر صاحبہ نے بیسویں صدی کے کئی اہم شعرا کا ذکر کیا ہے جنھوں نے حالی کے بعد جدید طرز کی نعتیہ شاعری کی ہے وہ یہ بھی لکھتی ہیں کہ ''سرسیّد کی علمی تحریک نے اردو شعرا کو بھی متاثر کیا اور انھوں نے روایتی انداز کی نعتیہ شاعری کو ترک کر دیا۔ دورِ جدید کے شعرا میں وہ سب سے اہم اقبال کو سمجھتی ہیں۔'' اقبال بھی مولانا حالی کی طرح رسمی معنوں میں نعت گو شاعر نہ تھے۔ اسلامی تہذیب اور تاریخ نعت گوئی کے حوالے سے نعت کے موضوع کو جس انداز اور جس تواتر سے انھوں نے اپنی شاعری میں اختیار کیا کم شعرا نے یہ رنگ اپنایا ہے۔ اسلامی فکر وفلسفہ کا مکمل خلاصہ ان کی نعتیہ شاعری میں پورے طور پر نمایاں ہے۔ اقبال کی شاعری کا خاص کمال یہ ہے کہ اس میں نعت کے موضوع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اور پیغام کو فلسفے کی اساس کے طور پر استعمال کیا ہے... یہ فکر ونظر کی گہرائی کی حد ہے۔'' اس کی مثال میں ڈاکٹر صاحبہ نے اقبال کی مشہور نعتیہ رباعی پیش کی ہے:

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے　　غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر　　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

ڈاکٹر صاحبہ نے بالکل درست لکھا ہے کہ ''اقبال کی تعلیمات کا مرکز رسولِ کریم ﷺ کی ذات ہے۔ ان کی شاعری کا اصل موضوع یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی سیرتِ پاک میں حیاتِ انسانی کے لیے مکمل نمونہ دیکھتے ہیں...ان کا مردِ مومن، مردِ قلندر، اور مردِ خودی اسی بارگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔''(۱۴)

وہ لکھتی ہیں ''اقبال کے ہم عصر شاعر مولانا ظفر علی خان کی نعتیہ شاعری میں موضوعات کی رنگارنگی نظر آتی ہے۔ اس میں نعتیہ قطعات اور نعتیہ نظمیں کسی خاص صنف اور ہیئت میں نہیں ہیں بلکہ ان کی نعتیہ شاعری کا موضوعاتی کینوس بھی اقبال کے طرز پر بہت وسیع ہے۔ اس کی وضاحت ان کی مشہور نعت کے چند اشعار کے تحت ہی ہوسکتی ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں''(۱۵)

ڈاکٹر صاحبہ نے ماہر القادری، محسن کاکوروی، حفیظ جالندھری، محشر رسول نگری کے اشعار سے مثالیں دے کر بتایا ہے کہ ان شعرا کا رجحان خاص طور پر حضور ﷺ کی ولادت، سیرت اور اسوہ حسنہ کے موضوعات پر رہا۔ وہ عبدالعزیز خالد کی طویل نعتیہ نظم فارقلیط کو ''منفرد اور اچھوتے انداز کی حامل'' قرار دیتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ ''فارقلیط'' میں حضورِ اقدس ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے ہر ہر پہلو کو موضوع بنانے کی ترجمانی اور سعی بڑے مدلل اور جامع طور پر کی گئی ہے۔(۱۶)

ڈاکٹر صاحبہ حالی کی نعتیہ شاعری کے لیے لکھتی ہیں کہ ''نعت میں سادگی کا رجحان اور مسدس میں ان کے کیے گئے مسلمان قوم کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات کے تجزیے کا اثر بعد کے تمام شعرا کے کلام میں نظر آتا ہے۔'' چناں چہ بیسویں صدی میں ادب وشاعری میں جو انقلاب رونما ہوا اس نے نعتیہ شاعری پر بھی اثر ڈالا۔ اسی رجحان کے تحت اب نعتیہ شاعری روایتی انداز کو ترک کر کے حقیقت کی طرف راغب ہوئی اور اس کی تشکیل میں خیال وفکر کی جدت پیدا ہوئی۔ اس رجحان نے نعت گو شعرا کو حیات وکائنات کے تمام موضوعات اور مسائل پر سوچنے، غور کرنے اور سخن طرازی کا موقع فراہم کیا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ادبی اور شعری انقلاب کی بازگشت ایک تواتر کے ساتھ عصر حاضر کی نعتیہ شاعری میں موجود ہے۔(۱۷) اس رجحان کی نعتیہ شاعری میں مثال کے لیے ڈاکٹر شوکت ''احسان دانش'' کی ''دارین'' کو پیش کرتی ہیں جو تہتر بندوں پر مشتمل نعتیہ مسدس ہے۔ یہ مسدس ۱۹۷۴ء میں لکھا گیا، جس میں احسان دانش نے حضور ﷺ کے فیوض اور سیرت پر منفرد اسلوب سے لکھا ہے۔ اس کے بعد اس میں امتِ مسلمہ کو لاحق روحانی اور اخلاقی امراض کی نشان دہی ہے اور اس صورتِ حال سے نکلنے کے لیے اتباعِ رسول ﷺ کی طرف مائل کیا ہے۔(۱۸) اسی دور کے دوسرے شعرا جن میں قمر صدیقی، صلاح الدین ناسک، زاہدہ صدیقی، حفیظ تائب ہیں، ان شعرا کی نعتیں بھی تمدنی اور

سیاسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔[۱۹] ڈاکٹر صاحبہ ''مظفر وارثی'' کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ''ان کے پہلے مجموعے میں ''دھائی''، ''رحمت العالمین'' اور ''خیر کی بھیک'' ایسی نظمیں ہیں جن میں قوم وملک کی سیاسی اور تمدنی حالت کا نقشہ ملتا ہے۔ ان کی نظم ''رحمت اللعالمین'' جہاں ہیئت کے تازہ انداز پر مبنی ہے، وہیں اس کے اشعار میں سوز وگداز اور آشوبِ قوم کا پرتو بھی موجود ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

پھر گدڑیوں کو لعل دے جاں پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم ماضی سا ہم کو حال دے
دعویٰ ہے تیری چاہ کا اس امتِ گمراہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں یا رحمت اللعالمین[۲۰]

''نعت میں ہیئت کے تجربے'' کے ضمن میں ڈاکٹر صاحبہ نے لکھا ہے کہ ''نعتیہ شاعری قدیم اصنافِ سخن مسدس، مثنوی اور قصیدے کے دور سے نکل آئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج کی نعتیہ شاعری میں جدید ہیئتیں اور رجحانات نظر آتے ہیں۔''[۲۱] معریٰ اور آزاد نظم کے انداز میں جو نعتیں لکھی گئیں ان میں ادبی شان، کشش اور جاذبیت بھی موجود ہے اور نعت کے لہجے کا وقار واحترام ہر مقام پر نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کئی شعرا کے کلام سے مثالیں پیش کی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ 'اسی رجحان کی نمایاں صورت امجد اسلام امجد کی نعتیہ نظم میں بھی نظر آتی ہے۔ اس نظم کے چند اشعار دیکھیے:

ابر، خورشید، قمر روشنی، پھول، صدا
سب تھے موجود مگر ان کا مفہوم نہ تھا
کوئی بھی چیز کوئی چیز نہ تھی سر مخفی تھا خدا
کوئی تخلیق نہ تھی حرفِ اقرار نہ تھا
آپ نے صل علیٰ ابر، خورشید، قمر
روشنی، پھول، صدا سب کو مفہوم دیا[۲۲]

ڈاکٹر صاحبہ نے سلام کی شکل کی نعتیہ نظموں کی مثالیں بھی دی ہیں اور ان شعرا کا نمونہ کلام پیش کیا ہے جن کے کلام کے رجحان میں جدت موجود ہے ورنہ سلام کے ذیل میں قدیم انداز کی نعتیہ نظمیں اکثر موجود ہیں۔ جدید ہیئت کی نعتوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ''جدید ہیئت میں لکھی جانے والی تمام تر نعتوں کی خوبی یہ ہے کہ ان میں خودشناسی، کائنات شناسی اور خداشناسی کا جوہر شامل ہے اور اسوہ حسنہ کی عکاسی کے پہلو ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔''[۲۳]

ڈاکٹر صاحبہ عبدالعزیز خالد کے منفرد اسلوب اور ان کا دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال کے ذکر میں لکھتی ہیں کہ ''ان کی

نعتوں کے پورے کے پورے مصرعے اور ٹکڑے دوسری زبانوں کے الفاظ پر مشتمل ہیں جن میں خاص طور پر عربی، فارسی، ہندی، تامل اور سنسکرت نمایاں ہیں لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سی زبانوں کا استعمال ان کی نعت میں موجود ہے۔''(۲۴)

ڈاکٹر صاحبہ نے کئی نعتیہ موضوعات کے رجحانات میں اولیت کا سہرا ''حالی'' کے سر باندھا ہے۔ وہ مسدس کو بیسویں صدی کے نعتیہ ادب میں ممتاز حیثیت کا حامل اور تاریخِ اسلام کی عکاسی کے اعتبار سے منفرد قرار دیتی ہیں ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں ''اس طویل نعتیہ مسدس کے طرزِ نگارش سے متاثر ہوکر پاکستانی شعرا نے بھی طویل نعتیہ نظمیں لکھیں جو طویل ہونے کے علاوہ اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ ان میں محشر رسول نگری کی ''فخر کونین اوّل'' اور ''فخر کونین دوم'' بھی شامل ہیں۔ ان میں آنحضرت کی سیرت کی تفصیل تو ملتی ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں تہذیب کی وہ جھلک بھی بے حد نمایاں ہے جب قبل از اسلام پوری انسانیت جہالت اور گمراہی کے عذاب میں مبتلا تھی... احسان دانش کی طویل نعتیہ نظم ''دارین'' میں جہاں مسلمانوں کی اس تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کا واضح اثر دنیا نے قبول نہیں کیا تھا... دوسری جانب اسی نظم کے ایسے حصّے بھی نظر آتے ہیں جن میں عصر حاضر کی تہذیب و معاشرت کے نمونے پیش کیے ہیں... اس نظم کے بعض مقامات سے مسلمانوں کی عظمت و رفعت کا پتا بھی چلتا ہے... عبدالعزیز خالد کی طویل نعتیہ نظم ''فارقلیط'' سیرت مبارکہ کی عکاسی کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کے ان پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتی ہے جس سے مسلمانوں کی تہذیبی و سماجی اقدار کا تعلق ہے۔(۲۵) ڈاکٹر صاحبہ نے دیگر شعرا کے کلام کے نمونے بھی پیش کیے ہیں جو اسی رجحان کی عکاسی کرتے ہیں۔

قدیم دور کی نعتیہ شاعری میں درود و مناجات اور سلام کی صورت میں نعتیں زیادہ تر نظر آتی ہیں۔ اس دور کا عام رجحان یہی تھا۔ چناں چہ اردو کے اکثر میلاد نامے مناجات، سلام اور درود کی نعتیہ شاعری سے مزین ہیں۔ ان میں بعض سلام ایسے ہیں جو بہت مقبول ہیں۔ درود مناجات اور سلام کی صورت میں جن شعرا نے نعتیں لکھی ہیں ان میں سے کئی کی مثالیں ڈاکٹر صاحبہ نے اپنی اس تحقیق میں شامل کی ہیں۔ جیسے احمد رضا خان بریلوی کا معروف سلام:

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حفیظ جالندھری کا نعتیہ سلام:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخر نوعِ انسانی(۲۶)

ڈاکٹر صاحبہ نے اس سلام کے فنی پہلو کا بھی جائزہ لیا ہے اور دیگر شعرا میں سے عبدالعزیز خالد کے لیے لکھتی ہیں

کہ ''ان کی شاعری میں اصنافِ شعری کے اس قدر زیادہ انداز اور رنگ ہیں کہ ان کا ذکر کیے بغیر نعت کا کوئی جائزہ مکمل نہیں ہوتا۔''(۲۷) وہ اس رجحان کو اچھی علامت قرار دیتی ہیں کہ اس دور میں بھی درود، سلام اور مناجات کے انداز کی نعتیہ شاعری معرض وجود میں آ رہی ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ نے اردو نعت میں فلسفیانہ انداز کی شاعری میں اقبال کے فکر و فلسفہ کو عروج پر قرار دیا ہے۔ ان کے بعد ظفر علی خان کے لیے لکھا ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری میں اس فلسفیانہ اور عالمانہ فکر کی ترجمانی نظر آتی ہے جو دورِ حاضر کے اکثر نعت گو شعرا کے کلام میں نہیں ہے۔ اس فلسفیانہ فکر کی جھلک مولانا کی اس نعت کے چند شعروں میں نمایاں ہے:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاکِ لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

...اس کے علاوہ دیگر شعرا جن کی نعتیہ شاعری میں فلسفے کی جھلک واضح ہے ان میں عبدالعزیز خالد، طفیل دارا، حفیظ تائب، احسان دانش اور راجا رشید محمود قابلِ ذکر ہیں۔(۲۸) ڈاکٹر صاحبہ نے جن نعت گو شعرا کا ذکر کیا ہے ان ہی کے نعتیہ کلام کے اشعار کی مثال دیتے وقت اردو نعت کے ایسے جدید رجحانات کو پیشِ نظر رکھا ہے جن پر اقبال کے فلسفیانہ افکار و رموز کا اثر پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ کے مطابق خطابیہ انداز میں نعت لکھنے کی روایت حالی نے ڈالی۔ چناں چہ جب وہ یہ کہتے ہیں:

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

تو گویا اس انداز میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے بات کہنے کی طرح ڈال دی گئی۔ پھر اسی روایت کو مولانا ظفر علی خان نے آگے بڑھایا۔ ان کی اس نعت کے کئی اشعار میں یہ انداز موجود ہے۔ ایک شعر دیکھیے:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تم ہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تم ہی تو ہو(۲۹)

ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں کہ ''عصر حاضر کے متعدد نعت گو شعرا کے یہاں بھی یہ رجحان نظر آتا ہے ان شعرا نے اپنی نعتوں میں امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کا ذکر کیا ہے یا حضور کو مخاطب کر کے توفیقِ جہاد اور غلبہ اسلام کی تمنا کی گئی ہے۔''(۳۰)

ڈاکٹر صاحبہ کی تحقیق کے مطابق تغزل کے رنگ میں نعتوں کا آغاز مولانا محمد علی جوہر نے کیا۔ وہ لکھتی ہیں کہ ان کی

غزلوں کا رنگ مجازی نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعقیدت سے وابستہ ہے۔ گویا اس لحاظ سے انھوں نے نعت گوئی کو بالکل نیا رنگ و آہنگ دیا ہے۔ مولانا کی اس نعت کے یہ چند اشعار اس رجحان کی نمائندگی کرتے ہیں:

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں　　اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر لحظہ تسلی ہے ہر آن تسلی ہے　　ہر وقت ہے دلجوش ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں　　ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں(۳۱)

ڈاکٹر صاحبہ نے کئی شعرا کا ذکر کیا ہے اور ان کے کلام سے مثالیں بھی دی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اس ضمن میں جتنی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا ہے وہ سب نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ مولانا ماہر القادری کے لیے لکھتی ہیں کہ ’ان کی نعتیہ شاعری کے وہی اشعار ہمیں اپنی طرف کھینچتے ہیں جن میں خیالات کا اظہار غزل کے پیرائے میں کیا گیا ہے۔ اس رجحان کے یہ شعر دیکھیے:

کیا مدینے سے بھی پیغام کوئی لائی ہے　　یا نسیم سحری یوں ہی چلی آئی ہے
واقعہ یہ ہے کہ یادِ رخِ جاناں کے بغیر　　زندگی کیا ہے مسلسل شب تنہائی ہے(۳۲)

ڈاکٹر شوکت نعتیہ شاعری کے موضوعات کا تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے کہتی ہیں ’دورِ جدید کی نعتیہ شاعری میں اکثر ایسے موضوع نظر آتے ہیں جن میں قرآن وحدیث کی روشنی میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترجمانی ہوتی ہے گو کہ یہ بڑا دشوار اور نازک مرحلہ ہے جب تک قرآن وحدیث کے مستند حوالوں سے بات نہ کہی جائے اس کی صداقت اور اثر آفرینی قائم نہیں رہتی... شبلی نعمانی اور سیّد سلیمان ندوی کی طرح دورِ جدید میں بعض شعرا نے بہت محتاط طریقے سے تحقیق وتفتیش کے بعد سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا ہے... عصر حاضر میں بشیر اللہ زواری کی نعت کے اشعار اس رجحان کی عکاسی کرتے ہیں۔

کلام خدا ہے بیاں ہے نبی کا ہے نور علی نور ذکر سراپا
کہیں ہیں وہ احمد کہیں ہیں محمد کہیں ہیں وہ یٰسین وشاہد طٰہٰ(۳۳)

ڈاکٹر صاحبہ نے کئی شعرا کے کلام سے مثالیں دی ہیں جن کی شاعری میں قرآن وحدیث کے حوالے سے جدید رجحانات نظر آتے ہیں۔ نعت میں جدید اسلوب کے بارے میں لکھتی ہیں کہ یہ جدید دور کا شعور ہے کہ نعت اظہارِ بیان کے نت نئے رخ اختیار کر رہی ہے اور آزاد اور نثری نظموں کے علاوہ نعتیہ ’’ہائیکو‘‘ تک لکھے جا رہے ہیں۔‘(۳۴) نئی نسل کے نعتیہ کلام کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ بعض شعرا کی نعتیں عصری آگہی اور فنی شعور وشعری دل کشی لیے ہوئے ہیں لیکن ان میں قدیم نعتیہ شاعری کے طرزِ نگارش کی پیروی صاف نظر آتی ہے حتیٰ کہ الفاظ کے استعمال یا تشبیہات یا

استعارات تک کے ذریعے جدت وتازگی ان میں پیدا نہیں کی گئی... لیکن بعض دوسرے شعرا کے یہاں اظہار کے پیرائے میں نعت کے جدید رجحان کی شناخت بھی موجود ہے۔ جیسے پروین شاکر کی ایک نظم جدید رجحان نعت کی نمائندہ فکر کی حامل ہے۔اس کی مثال یہ ہے:

فضائے بےنطق جیسے اقرا کا ورد کرنے لگی تھی
وہ سارے لفظ جو
تیرگی کے سیلاب میں کہیں بہہ چکے تھے
پھر وہ روشنی کی لہروں میں
واپسی کے سفر کا آغاز کر رہے تھے[۳۵]

ڈاکٹر شوکت نے ممتاز نعتیہ انتخابات کے کئی مجموعوں پر تبصرہ کیا ہے جن میں ''ارمغانِ نعت'' مرتبہ شفیق بریلوی بھی شامل ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ مرتب نے اس کتاب میں چودہ سو سالہ نعتوں کا انتخاب پیش کیا ہے۔ ارمغانِ نعت ترتیب نو کے ساتھ تیسری بار ۱۹۷۹ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس طرح جہاں اس مجموعے میں دورِ قدیم کے نعتیہ کلام کی عکاسی کی گئی ہے اس کے ساتھ ہی یہ کتاب دورِ جدید کی نعتیہ شاعری کا بھی بخوبی احاطہ کرتی ہے... اتنی متنوع نعتیں ایک جگہ جمع کر لینا بذاتِ خود اہم کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ شفیق صاحب نے ہر نعت پر شاعر کا سنِ وفات بھی لکھ دیا ہے جس سے اس کا عہد متعین ہوتا ہے اس طرح نعت گوئی کے رجحانات کے تدریجی ارتقا کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔[۳۶]

نعتیہ مجموعہ 'نوائے سروش' نثار احمد نے ربیع الاوّل ۱۲۸۷ء میں مرتب کیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں کہ ''اس میں قدیم وجدید شعرا کی نعتوں سے انتخاب پیش کیا گیا ہے اس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مرتب نے سلام شامل کر کے نعت اور سلام کی مجموعی صورت ۲۳ اس مناسبت سے کر دی ہے کہ حضورﷺ کی نبوت کی عمر بھی ۲۳ سال تھی۔''[۳۷] مرتبہ نے شعر کی ترتیبِ زمانی کا خیال رکھا ہے تاکہ نعت کے فنی اور تاریخی ارتقا کی جھلکیاں سامنے رہیں اور نعتیہ شاعری کے جدید رجحانات کی عکاسی بھی ہو سکے۔ اس انتخاب میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ طویل نعتوں کے بعض اشعار کو شامل نہیں کیا گیا اور ان اشعار کو بھی شامل نہیں کیا گیا جن میں مبالغہ ہو یا رسالت کی صریح بے ادبی کا اظہار ہو۔[۳۸] میر واصف علی کے مرتب کردہ نعتیہ مجموعہ ''صلی علی محمد'' کا شمار پندرہویں صدی ہجری کے شعرا کے کلام پر مشتمل پہلا انتخاب ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ اس نعتیہ مجموعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اس نعتیہ مجموعے کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مرحوم شعرا کے اشعار۔ اس عہد کے نامور اور کہنہ مشق شاعروں کا کلام اور نسبتاً کم کہنے والے شعرا کی منتخب نظمیں۔ یہ بہت ضخیم اور تمام تر شعرا کے انتخاب کا مجموعہ تو نہیں لیکن فنِ شاعری، مضمون آفرینی اور

ندرتِ خیال کے تجرباتی نقطۂ نظر سے اس میں اچھے اشعار ملتے ہیں۔'[۳۹] راز کاشمیری کے منتخب کردہ انتخاب نعت 'صلی اللہ علیہ وسلم' جو پہلی مرتبہ ۱۴۰۰ء میں شائع ہوا۔ اس نعتیہ انتخاب میں گزشتہ دو برس میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ردیف کے تحت لکھی جانے والی ۱۸۰ نعتیں شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کے مطابق ''اس سعی سے کئی نسلوں کے فکری زاویے ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ردیف اور زمینوں کی یکسانیت کے باوجود سیرتِ پاک کے اتنے متنوع مضامین سامنے آئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔''[۴۰] ڈاکٹر صاحبہ نے اس کے علاوہ بھی کئی نعتیہ مجموعوں پر تبصرہ کیا ہے اور لکھتی ہیں کہ ''جدید نعتیہ شاعری کا اہم ترین رجحان یہی ہے کہ اس کی ذات میں کائنات سمٹ کر حضور کے روبرو پیش ہوتی ہے۔ اس میں صوری محاسن کا ذکر بھی ہوتا ہے اور تاریخ اور سیرت پر بھی روشنی ملتی ہے اور یہی وہ خوبی ہے جس نے نعتیہ شاعری کو رسم و روایت سے نکال کر ایک عظیم مقصدی ادب بنا دیا ہے۔''[۴۱]

ڈاکٹر صاحبہ نے کئی ممتاز نعت گو شعرا اور ان کے نعتیہ مجموعوں پر بھی تبصرے کیے ہیں۔ جن میں محمد ایوب قریشی صابر کاس گنجوی کا نعتیہ مجموعہ ''قندیلِ نور''، عبدالعزیز خالد کا ''فارقلیط''، نعیم صدیقی کا ''نور کی ندیاں رواں''، حفیظ تائب کا ''صلو علیہ وآلہٖ'' اور دیگر کئی شعرا کے نعتیہ مجموعے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کے فنی محاسن پر ڈاکٹر صاحبہ مختلف موضوعات کے ضمن میں اپنا تحقیقی جائزہ پیش کر چکی ہیں۔ یہاں الگ الگ ہر نعتیہ مجموعے پر تبصرہ کیا ہے۔[۴۲]

ڈاکٹر شوکت زریں کی یہ تحقیق 'اردو نعت کے جدید رجحانات' اردو ادب میں نعت اور اس کے جدید رجحانات کے سلسلے میں اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے نعت کے حوالے سے تقریباً تمام اہم موضوعات کو اپنی تحقیق میں شامل کیا ہے۔ اردو کے اہم نعت گو شعرا کا مختلف زاویوں سے تنقیدی جائزہ لیا ہے جو بعد میں اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر صاحبہ خود بھی شاعرہ تھیں اور 'زریں' تخلص تھا۔ ان کی ایک نعتیہ نظم کے چند اشعار دیکھیے جو انھوں نے ۱۲ ربیع الاوّل کے موقع پر نومبر ۱۹۸۹ء میں لکھے تھے:

وہ نور چہرہ گلاب گیسو — ان ہی کی خوش بو ہزار سو ہے
وہ کملی والے سکوں مجسم — اماں میں ان کے ہے سارا عالم
صداقتوں کے دیئے جلاؤں — میں روزِ روشن ان ہی سے پاؤں
قدم مبارک جہاں وہ رکھیں — نظامِ دنیا بدل کے رکھ دیں
غموں سے سب کو نجات دیں وہ — تمام فتنوں کو مات دیں وہ
حصولِ مقصد کا وہ گہر ہیں — ہر ایک دعا کا وہی اثر ہیں

ایک اور نعت کے چند اشعار دیکھیے:

آج کے دورِ آشوب میں یا نبی آپ ہی سے ردائے اماں چاہیے
اب مری سمت ہے سب اندھیروں کا رخ آپ کے نور کا سائباں چاہیے
کب سے ہے زریں کو انتظارِ کرم ایک چشمِ کرم مہرباں چاہیے (۴۳)

حواشی

۱۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ''نعت کی تعریف'' مشمولہ ''اردو نعت کی شعری روایت'' مرتبہ صبیح رحمانی (کراچی: اکادمی بازیافت، جون ۲۰۱۶ء) ص ۲۴

۲۔ ایضاً

۳۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ''اصنافِ ادب''، (کراچی: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۲۷

۴۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، (لاہور: مکتبۂ عالیہ، طبع اوّل، ۱۹۷۴ء) ص ۱۱، ۱۲

۵۔ ایضاً، ص ۵۵، ۵۶

۶۔ طلعت زیدی، ''آسماں تیری لحد پر...'' مشمولہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات''، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (کراچی: المقیط پریس، ۲۰۱۱ء) ص ۷، ۸

۷۔ سیّد معراج جامی، ''ایں سعادت بزور باز و نیست''، مشمولہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات''، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (کراچی: المقیط پریس، ۲۰۱۱ء) ص ۱۱

۸۔ طلعت زیدی، ''آسماں تیری لحد پر...'' مشمولہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات''، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (کراچی: المقیط پریس، ۲۰۱۱ء) ص ۹

۹۔ ایضاً، ص ۸

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی، ''اردو نعت کے جدید رجحانات''، (کراچی: المقیط پریس، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۰، ۲۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶، ۱۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۳

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۳، ۲۴

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۳۴ تا ۳۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۴۵، ۴۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۵۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۵۸، ۵۹

۲۳۔ ایضاً،ص ۶۴
۲۴۔ ایضاً،ص ۶۶
۲۵۔ ایضاً،ص ۷۲، ۷۳
۲۶۔ ایضاً،ص ۸۸
۲۷۔ ایضاً،ص ۹۰
۲۸۔ ایضاً،ص ۱۰۵
۲۹۔ ایضاً،ص ۱۱۲
۳۰۔ ایضاً،ص ۱۱۳
۳۱۔ ایضاً،ص ۱۲۰
۳۲۔ ایضاً،ص ۱۲۳
۳۳۔ ایضاً،ص ۱۷۳، ۱۷۴
۳۴۔ ایضاً،ص ۱۸۸
۳۵۔ ایضاً،ص ۱۹۳، ۱۹۴
۳۶۔ ایضاً،ص ۱۹۹
۳۷۔ ایضاً،ص ۲۰۲
۳۸۔ ایضاً،ص ۲۰۳
۳۹۔ ایضاً،ص ۲۰۶
۴۰۔ ایضاً،ص ۲۱۲
۴۱۔ ایضاً،ص ۲۳۶
۴۲۔ ایضاً،ص ۲۳۸ تا ۳۷۸
۴۳۔ ایضاً،ص ۱۹۶، ۱۹۷

مآخِذ

۱۔ اشفاق، ڈاکٹر رفیع الدین، ''نعت کی تعریف'' مشمولہ ''اردو نعت کی شعری روایت''، مرتبہ صبیح رحمانی، کراچی: اکادمی بازیافت، اشاعتِ اوّل، جون، ۲۰۱۶ء۔
۲۔ چغتائی، ڈاکٹر شوکت زریں، ''اردو نعت کے جدید رجحانات''، کراچی: المقیط پریس، ۲۰۱۱ء۔
۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، لاہور: مکتبہ عالیہ، طبع اوّل، ۱۹۷۴ء۔
۴۔ ہاشمی، رفیع الدین، ''اصنافِ ادب''، کراچی: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء۔